# اِسی سیاہ سمندر سے نور نکلے گا

فاروق خان مہائمی مصباحی

مولیٰ علی ریسرچ سینٹر
MAULA ALI RESEARCH CENTRE
MINARA MASJID, MUMBAI

"اے میرے رب!

میرے مولا!

تو نے دیکھا کہ ان لوگوں نے میرا کیا حال کیا ہے،

مجھے کتنا کمزور و بے بس کر دیا ہے،

کس قدر میری بے قدری کی ہے۔

میں خون میں لت پت،

زخموں سے چور،

نڈھال جسم،

شکستہ دل لیے،

تجھ سے فریاد کر رہا ہوں:

تو رحیموں کا رحیم ہے،

کمزوروں اور ضعیفوں کا بھی خدا ہے،

میرے مولا!

مجھ کمزور کو،

ایسے بیگانوں کے سہارے نہ چھوڑ،

جو سیدھے منہ بات تک نہیں کرتے،

نہ مجھے ایسے دشمنوں کے حوالے کر،

جو میرے معاملات کے حاکم بننا چاہتے ہیں۔

میرے مولا!

تیری عافیت کا سوال ہے،

مجھے اپنے قہر و غضب سے دور رکھ،

ان لوگوں نے میرا جو بھی حال کیا ہے،

اگر تو مجھ سے ناراض نہیں،

تو پھر مجھے کسی کی کوئی پرواہ نہیں،

بس اپنے نور کا صدقہ عطا کر،

جس سے تاریکیوں کے بادل چھٹ جاتے ہیں،

اور دنیا اور اخرت کے سارے کام بن جاتے ہیں۔

اگر تیری توفیق شامل حال رہی،

تو میں ہمیشہ تجھے راضی کرنے کی کوشش کرتا رہوں گا۔“

مذکورہ عبارت ایک بار نہیں،

بار بار پڑھیں،

یہ رحمۃ للعالمین کا وہ دکھڑا ہے،

جو طائف سے لوٹتے وقت زبانِ کریم سے چھلک پڑا تھا،

لفظ لفظ سے،

دلی جذبات کا،

قلبی احساسات کا،

رنج والم،

اور غموں کے پہاڑ کا،

اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

یہ سال ''عام الحزن'' والا ہے،

مشفق چچا،

اور غمگسار بیوی،

داغِ مفارقت دے چکے ہیں۔

اسی وجہ سے کفارِ قریش نے ظلم وجور کا بازار گرم کر رکھا ہے،

اُن کی سختیاں پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ گئی ہیں۔

روئے زمین پر سب سے نیک ہستی کو،

راہ چلتے ستایا جا رہا ہے،

آپ نے ایسے بدمعاش بچوں کو دیکھا ہوگا،

جو بغیر کسی وجہ کے،

بوڑھوں سے چھیڑ خانی کرتے رہتے ہیں،

ایسا کرنے میں انھیں بڑا مزہ آتا ہے،

ان کی تربیت ہی ایسی ہوتی ہے،

ایسے شریر بچوں کو اوباش کہا جاتا ہے،

عرب کے مشرک ایسے ہی اوباش بچوں اور غلاموں کو،

پیارے آقا کے پیچھے لگا دیتے۔

انھیں یہ ہدف ملتا کہ

جو جتنا زیادہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ستائے گا،

وہ اتنا زیادہ دادو تحسین اور انعام واکرام کا مستحق ہوگا،

اب وہ تاک میں بیٹھ جاتے،

محسنِ کائنات جب گھر سے نکلتے،

تو یہ پیچھے ہو لیتے،

سرِعام آپ کا مذاق اڑاتے،

ہنستے،

طعنے کستے،

کسی کو دین کی دعوت دے رہے ہوتے،

تو پیچھے سے چلّاتے:

پاگل ہے!!!

دیوانہ ہے!!!

مجنوں ہے!!!

شاعر ہے!!!

جادوگر ہے!!!

چھوٹے بڑے سب کا یہی حال تھا،

اپنے پرائے سب کی یہی چال تھی،

وہ خوش تھے،

کہ ہمارے راستے کے دونوں کانٹے نکل گئے،

اب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دال زیادہ دن تک نہیں گلے گی،

ایسے حالات میں حضور نے محسوس کرلیا تھا کہ

اب مکہ کی زمین تنگ ہوگئی ہے،

اب مکہ سے باہر نکل کر تبلیغ دین کرنی ہوگی۔

نظر انتخاب نے ڈھونڈنا شروع کیا،

جو کئی لحاظ سے جا کر طائف پر ٹھہری:

- طائف مکہ سے قریب تھا،
- خوش حالی اور آبادی کے لحاظ سے مکہ کے بعد طائف کا ہی نمبر تھا،
- طائف میں حضور کے رشتے داریاں تھیں:

رسول کریم کے پردادا ہاشم بن عبد مناف کی والدہ عاتکہ بنت مرّہ بن ہلال،

قبیلۂ بنی سلیم سے تھیں،

جو طائف میں آباد تھے۔

- وہاں، قبیلۂ بنی ثقیف کا اثر و رسوخ سب سے زیادہ تھا،

اور قبیلۂ بنی ثقیف رشتے میں حضور کے ماموں لگتے تھے،

وہ اس طور پر کہ

بنی ثقیف حضور کی رضائی ماں حضرتِ حلیمہ کے چچازاد تھے،

اور عرب اس طرح کے رشتہ داریوں کا بھی خاص خیال رکھتے تھے۔

یہ ان کی تہذیب تھی۔

● پھر حضور کا رضائی ننھال قبیلۂ بنی سعد تھا،

جو طائف کے قریب میں واقع ہے،

بچپن کی معجزاتی خبریں،

مکہ بعد میں،

پہلے طائف پہنچتی تھیں،

حضور کی برکتوں کا قصہ طائف میں بھی مشہور تھا۔

یعنی:

طائف والوں کے پاس کوئی ایک بھی وجہ ایسی نہ تھی،

جس کی بنیاد پر وہ حضور کی مخالفت کرتے،

مگر سرداری کی لالچ بھی بڑی بری بلا ہے،

مال و دولت کی حرص انسان کو اندھا کر دیتی ہے،

طائف والے بھی اندھے ہو گئے تھے۔

مگر اندھے ہونے کے ساتھ ساتھ،

جس درندگی کا ان لوگوں نے مظاہرہ کیا،

نہ کانوں نے کبھی سنا،

نہ آنکھوں نے کبھی دیکھا۔

چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہے،

مگر آج بھی جب کوئی امتی وحشت و بربریت کی یہ داستان سنتا ہے،

تو خون کے آنسو روتا ہے،

گریبا چاک کرتا ہے،

سینہ کوٹتا ہے،

تڑپتا ہے،

بلبلاتا ہے،

اللہ رحم کرے!!!

کیا کر ڈالا طائف والوں نے!!!

نبی رحمت کی عمر ۵۰ رسال ہو چکی ہے،

اپنے غلام زید بن حارثہ کو کو ساتھ لے کر،

طائف کی طرف روانہ ہو چکے ہیں،

سڑکیں ہموار ہونے کے بعد اب فاصلہ ۶۵ رکلومیٹر کا ہے،

پہلے یہ فاصلہ ۱۲۰ رکلومیٹر کا تھا،

۱۲۰ رکلومیٹر،

اور سفر پیدل،

چار دن مستقل چلنے کے بعد طائف پہنچے ہوں گے۔

- عبد یالیل بن عمرو
- مسعود بن عمرو
- حبیب بن عمرو

یہ تینوں بھائی، طائف کے سردار مانے جاتے تھے،

طائف پہنچ کر،

سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنھی سے ملاقات کی،

اپنا منصب بتایا،

اسلام کی دعوت دی،

قریش کے مظالم بتائے،

اور اُن سے مسلمانوں کا ساتھ دینے کو کہا۔

وہ ساتھ کیا دیتے،

اپنی زبان سے ایسی کاری ضربیں لگائیں،

جس کی گونج آج تک سنائی دیتی ہے۔

ایک نے کہا:

”اللہ کو تم ہی ملے تھے،

کوئی اور نہ ملا جسے وہ رسول بناتا۔“

نبی کریم سنتے رہے۔

دوسرے نے کہا:

"تمھارے جیسے لوگوں کا رسول بن جانا،
خانۂ کعبہ کی توہین ہے۔"
نبی کریم حیرت زدہ ہو کر تکتے رہے۔
تیسرے نے کہا:
"اگر تم سچ مچ رسول ہو،
تو میں میری تیکھی باتوں سے تمھاری گستاخی ہو جائے گی،
اور اگر تم جھوٹے ہو،
تو جھوٹے سے کون بات کرتا ہے،
اس لیے میں تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتا۔"
صاحبِ لولاک نے اسے بھی برداشت،
کچھ نہ کہا،
اٹھ کر جانے لگے،
پھر دل میں خیال آیا کہ
اگر اس سفر کے بارے میں قریش کو پتہ چل جائے گا،
تو وہ مسلمانوں کے خلاف اور بھی زیادہ کھلے سانڈ ہو جائیں گے،
اس لیے فرمایا:
ٹھیک ہے،
اگر تمھیں مدد نہیں کرنی، نہ سہی،

لیکن کسی کو میرے بارے میں مت بتانا۔

مگر اُن کو تکلیف ہی پہنچانی تھی،

پہلی فرصت میں یہ خبر طائف بھر میں پھیلا دی،

ساتھ ہی سب کو متنبہ کر دیا کہ

کوئی اس آدمی کا ساتھ نہ دے۔

ادھر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایک کر کے،

طائف کے سبھی اثر و رسوخ رکھنے والے افراد سے ملاقات کی،

مگر سب نے صاف انکار کر دیا،

کچھ نے سخت سست بھی سنایا،

کچھ نے کہا:

"تمھاری اپنی قوم نے تمھیں ٹھکرا دیا،

ہم کیسے اپنا لیں؟"

کچھ نے کھلے الفاظ میں دھمکی بھی دی:

"طائف سے فوراً نکل جاؤ،

ورنہ تمہاری خیر نہیں۔"

مگر رحمۃ للعالمین کی رحمت دیکھیے!

ہمت دیکھیے!

لوگوں کی خیر خواہی کا جذبہ دیکھیے!

آپ طائف کے بازار کی طرف چل پڑتے ہیں،

راہ گیروں کو پکڑ پکڑ کر نیکی کی دعوت دیتے ہیں،

جنت کی بشارتیں سناتے ہیں،

جہنم سے ڈراتے ہیں،

ایک خدا کا پیغام سناتے ہیں۔

مگر نہ کسی کو سننا تھا نہ کسی نے سنا،

الٹا طائف والوں نے یہ سوچ کر کہ

یہ ہمارے لوگوں کو گمراہ کردے گا،

اوباش اور شریر قسم کے بچوں اور غلاموں کو حضور کے پیچھے لگا دیا،

انھوں نے وہ گھناؤنی حرکت کی کہ تاریخ آج تک شرمسار ہے۔

ذرا سوچ کر دیکھیے،

روح کانپ جائے گی،

۵۰ رسالہ معمر شخص،

طائف کی گلیوں اور بازاروں میں چل رہا ہے،

کیا مقصد ہے اُس کا؟

یہی نا،

کہ لوگ فلاح پا جائیں،

رب کی معرفت حاصل کرلیں،

نیک اور دین دار ہو جائیں۔

مگر بدبختوں نے اُس کا مذاق اڑایا،

اِس سے پیٹ نہیں بھرا تو پتھروں کی برسات کردی،

کچھ سر پر لگے،

ماتھا پھوٹا،

کچھ پیر پر لگے،

گھٹنا ٹوٹا۔

حضرت زید بن حارثہ نے بچانا چاہا،

تو ان کا بھی وہی حال ہوا،

پورا جسم لہولہان ہو گیا،

خون اتنا نکلا کہ جوتیاں بھر گئیں۔

زخموں سے چور ہو کر اگر حضور بیٹھتے،

تو ظالم دونوں بازو پکڑ کر، کھڑا کر دیتے،

گالیاں دیتے،

تالیاں بجاتے،

اور پھر جب حضور چلنے لگتے،

تو پتھر برساتے۔

کچھ چوٹیں ایسی آئیں کہ
حضور بے ہوش ہو کر زمین پر آ گرے،
ظالموں کا دل اب جا کر ٹھنڈا ہوا،
اب جا کر حضور کا پیچھا چھوڑا۔
حضرت زید بن حارثہ اپنے کندھوں پر اٹھا کر،
عتبہ اور شیبہ کے باغ میں لے آئے،
یہی وہ جگہ ہے جہاں حضور نے اپنے رب کو اپنا دکھڑا سنایا تھا،
اسے ایک بار پھر پڑھیں،
اور سوچیں کہ حضور پر کیا بیتی ہو گی؟
جو ایسی دعا زبانِ کریم سے نکلی،
ایک ایک لفظ،
درد والم میں ڈوبا ہوا،
اور عاجزی وانکساری سے لبریز ہے۔
زندگی کا یہ سب سے کٹھن دن تھا،
جس کا اعتراف ایک مرتبہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے،
ام المومنین حضرت عائشہ سے کیا تھا،
مگر رحیم ایسے کہ
اِس عالم میں بھی زبانِ کریم سے کوئی بد دعا نہ نکلی۔

ربِ تعالیٰ کے حکم پر،

جبرئیلِ امیں حاضر بارگاہ ہوئے،

عرض کی:

"آپ کے ساتھ جو بھی ہوا،

اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے،

یہ پہاڑ پر مامور فرشتہ ہے،

آپ اِسے جو چاہیں، حکم دیں،

یہ اسے کر گزرے گا۔"

پہاڑ کے فرشتے نے عرض کی:

"یارسول اللہ!

میں پہاڑ کا فرشتہ ہوں،

اور آپ کا تابعِ فرمان،

پ مجھے جو چاہیں، حکم دیں،

میں وہ کر گزروں گا،

کیا آپ یہ چاہتے ہیں،

کہ میں اِن ظالموں کو پہاڑوں کے درمیان کچل کر رکھ دوں؟"

جانتے ہیں، رحمۃ للعالمین نے کیا جواب دیا؟

فرمایا:

”میں ایسا کچھ نہیں چاہتا،
یہ ایمان نہیں لائے تو کیا ہوا،
مجھے امید ہے کہ ایک دن وہ آئے گا،
جب اِن کی نسلیں ایمان سے مشرف ہوں گی،
اور شرک سے بیزار ہو کر،
ایک خدا کی عبادت کریں گی۔“
یہ سن کر فرشتے نے عرض کی:
آپ کے رب نے سچ کہا ہے:
”آپ رؤوف ورحیم ہیں۔“
جو سارے عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہو،
وہ ایسا ہی کرتا ہے۔
وہ ایسی ہی دور اندیشی دکھاتا ہے: ؎

مرے جنوں کا نتیجہ ضرور نکلے گا
اسی سیاہ سمندر سے نور نکلے گا

آج طائف کی آبادی ۷ رلاکھ سے اوپر ہے،
سب کے سب مسلمان ہیں،
عرب خطے کی آبادی ۴۶ رکروڑ سے تجاوز کر چکی ہے،
اور روئے زمین پر ۱۸۰ رکروڑ مسلمان بستے ہیں،
ایک سچے آدمی کے خلوص میں کتنی طاقت ہوتی ہے،

اِس کا اندازہ مسلمانوں کی اس کثرت سے لگایا جاسکتا ہے،

کہاں گئے وہ لوگ؟

جو کہتے ہیں کہ اسلام تلواروں کی زور پر پھیلا۔

کہاں ہیں وہ لوگ؟

جو کہتے ہیں اسلام دہشت گردوں کا مذہب ہے۔

دنیا کو اسلام فوبیا سے ڈرانے والوں کو چاہیے کہ

وہ واقعۂ طائف کا مطالعہ کریں،

اور غیر جانبدارانہ مطالعہ کریں،

اُنھیں معلوم ہوجائے گا کہ

صبر وتحمل کا،

عفو درگزر کا،

رحم وکرم کا،

الفت ومحبت کا،

امن وشانتی کا،

جو درس رسول کریم ﷺ نے دیا ہے،

اسی کا نام اسلام ہے،

اور اسی کے ماننے والے مسلمان ہیں۔

جس کی مزید کوئی مثال، پوری انسانی تاریخ میں کہیں اورنہیں ملتی۔

# مولاعلی ریسرچ سینٹر کی دیگر کتابیں

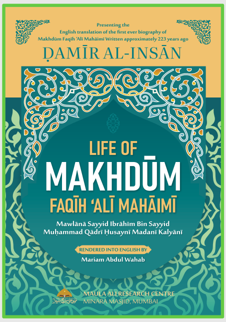


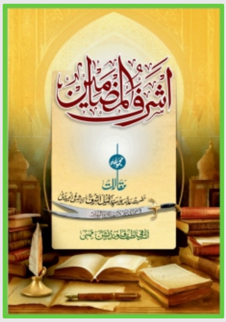

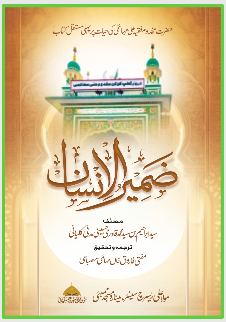


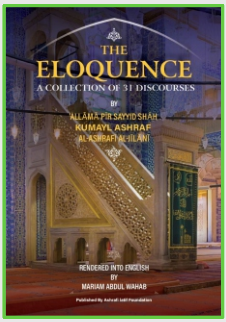


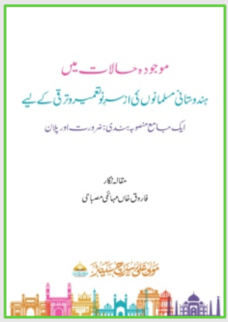

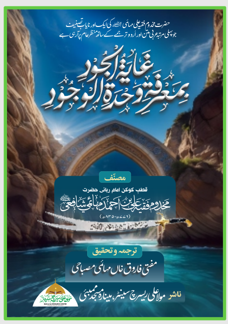


مولیٰ علی ریسرچ سینٹر